رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN,

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

بیا در بزمِ مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہ ادرِ قادیاں بینی ✤ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ:۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول:۔ شیخ محمود احمد مجاہد مصری عرفانی

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے [illegible]
حکام و امراء سے [illegible]
معاونین سے [illegible]
عوام سے [illegible]
ممالک غیر سے عـہ/

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان
سے ہر انگریزی ماہ کی
۷ / ۱۴ / ۲۱ / ۲۸ تاریخ کو
خدا کے فضل اور رحم
کے ساتھ شائع
ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۷ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ یوم دوشنبہ | نمبر ۱۶

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حال ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی تبلا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

خاص نمبر کی تیاری کا کام الحمد للہ شروع کردیا گیا ہے۔ درخواستوں کی تعداد جس قدر میں چاہتا تھا۔ اسوقت تک پوری نہیں ہوئی چونکہ بعض دوستوں نے خصوصیت سے زور دیا کہ یہ نمبر شائع کردینا چاہیئے۔ خواہ تھوڑے ہی صفحوں پر ہو یا تھوڑی تعداد ہی میں شائع ہو۔ اسلئے میں نے اپنے مخلص احباب کے ارشاد کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور یہ بھی اعلان کردیا کہ اب صرف سو ہی پرچوں کی درخواست نہیں لی جاوے گی بلکہ ہر شخص جسقدر کاپیاں چاہے خرید سکتا ہے کم از کم آٹھ کاپیاں ہوں اس صورت میں فی کاپی کی قیمت ۲؍ ہوگی اور سو کاپیوں کے خریدار سے ساڑھے بارہ روپے لئے جاوینگے۔ اس نمبر کی تیاری پر کافی رقم خرچ آجائے گی۔ اس لئے میں احباب سے درخواست کروں گا کہ

وہ قیمت پیشگی بھیجدیں

خاص نمبر کے سلسلہ میں حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی نے ۲۵ کاپیوں کی خریداری منظور فرمائی ہے

اسی سلسلہ میں جناب سردار امیر محمد خان صاحب تمندار اور بابو غلام حسین صاحب لدھیانوی نے ایک ایک سو کاپیوں کی خریداری کی اطلاع دی ہے۔ بعض احباب نے جو ہمیشہ سے الحکم کے معاون ہیں اور جن کی گرامی قدر اعانت اس کے احیاء کا ذریعہ ہے۔ شاید اسلئے اطلاع نہیں دی۔ کہ وہ جس قدر کاپیوں کے لئے ان کو کہا جاوے گا لے لیں گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ وہ خود بھی اطلاع دیں تو بہتر ہے۔

خاص نمبر کے لئے مضامین نگاروں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے متعلق لکھیں۔ آپ کی سیرۃ کا کوئی واقعہ آپ کا کوئی مکتوب یا اور ایسی ہی تحریر جو اب تک پبلک میں نہ آئی ہو۔ جس پر کوئی بڑا زمانہ گذر گیا ہو

جن دوستوں نے اپنی نظمیں بھیجی ہیں۔ میں انکا شکر گذار ہوں۔

الحکم کے خریداران سے التماس

الحکم جس شان اور پابندی وقت کے ساتھ پورے چار ماہ سے شائع ہو رہا ہے۔ وہ میری کسی محنت یا قابلیت کا نتیجہ نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جن حالات میں دوبارہ جاری ہوا اسے میں جانتا ہوں۔ لیکن اسوقت تک خدا کا فضل اس کے شامل حال ہے۔ اور میں اسی فضل کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ خریداران الحکم میں سے جن دوستوں نے اب تک ...... قیمت ادا نہیں کی۔ وہ اپنی پہلی فرصت میں بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یا دفتر سے مرسلہ وی۔پی کو وصول کریں۔ واپس کرنے کی صورت میں جو نقصان اس خادم قدیم کو ہو سکتا ہے۔ اس کا احساس بھی مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔ اور اس کا اثر خود الحکم کی اشاعت پر پڑتا ہے۔ اس اطلاع کے بعد اپنے حساب کو صاف کریں۔ اور توسیع اشاعت کے بھی سعی فرماویں

نیک مثال

حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی رضی اللہ عنہ سلسلہ کے بے نظیر مخلص خدام میں سے تھے۔ جن پر سلسلہ کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ حکیم صاحب مرحوم کے خلف الرشید قریشی محمد یوسف صاحب نے ایصال ثواب اور صدقہ جاریہ کے طور پر ایک پرچہ بنگال کے کسی خواہشمند مگر خریدنے کی استطاعت نہ رکھنے والے بھائی کے نام جاری کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور یہ اسلئے کہ بنگال میں احمدیت کی ...... اشاعت میں حکیم صاحب مرحوم کی خدمات کو بہت دخل ہے۔ جو ان کے حالات کے سلسلہ میں معلوم ہو جائیگا خواہشمند دوست درخواست کریں۔

اس ہفتہ خاص نمبر کے لئے مندرجہ ذیل احباب نے درخواستیں ارسال فرمائی ہیں:۔

(۱) حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی	۲۵ کاپی
(۲) بابو غلام حسین صاحب نئی دہلی	سو کاپی
(۳) ماسٹر حبیب الرحمان صاحب	۸ 〃
(۴) جناب سردار امیر محمد خان صاحب تمندار	سو کاپی
(۵) ملک ڈاکٹر محمد رمضان صاحب	۱۰ کاپی

احباب جلد درخواستیں بھیجدیں ورنہ پرچہ پھر کسی قیمت پر نہ مل سکے گا۔

الحکم کا خاص نمبر ۳۲ صفحوں پر شائع ہوگا

قارئین الحکم کو الحکم کے متعلق بیحد دلچسپی ہے۔ اور ہر ایک خط جو اس کے متعلق موصول ہوتا ہے وہ ایک مسرت اور سرور کی لہر پیدا کرتا ہے اسی طرح الحکم کے خاص نمبر کے متعلق بھی پوری دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

بہت سے احباب کو جب معلوم ہوا کہ مقررہ تعداد پوری نہیں ہوئی اسلئے ممکن ہے کہ خاص نمبر شائع نہ ہوسکے۔ تو انھوں نے ہر طرح سے مجبور کیا کہ اسے ضرور شائع کیا جائے۔ اور جب ادارہ الحکم نے فیصلہ کردیا کہ الحکم کا خاص نمبر دو نمبروں کو ملاکر شائع کردیا جائے تو اب یہ مطالبہ شروع ہوا کہ کسی نہ کسی طرح اسے ۳۲ صفحوں پر شائع کیا جائے۔ اسلئے احباب کے تقاضے اور اصرار کیوجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۱۴ ر مئی اور ۷ ر جون کے پرچوں کے چار چار صفحے کم کرکے الحکم کے خاص نمبر میں ۸ صفحات کا مزید اضافہ کردیا جائے اسطرح سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ خاص نمبر

۳۲ صفحات پر شائع ہوسکے گا۔ اور زیادہ سے زیادہ میٹریل احباب کے ہاتھوں میں پہنچ سکے گا۔ اور صفحات کے لحاظ سے بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

اسلئے آپ بھی اپنے آرڈر بک کرالیں تاکہ اپنے آقا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو بلند کیا جائے۔

(محمود احمد عرفانی)

حج کے متعلق ایک فتویٰ

مکرمی حضرت ابوبکر یوسف جمال جدہ کے ایک مشہور تاجر اور ہماری جماعت کے ایک مخلص بزرگ ہیں۔ وہ آجکل قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب مفتی جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا۔ اب وہ استفتاء معہ فتویٰ جناب مفتی صاحب بغرض اشاعت بھیجتے ہیں۔ امید ہے کہ احباب کے علم میں اس سے اضافہ ہوگا۔ (عرفانی)

سوال:۔ ایک مسلمان نے حج فرض ادا کرلیا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔ پھر دوبارہ حج کرنے کے لئے احرام باندھتا ہے۔ یعنی بعد بیعت کے یہ دوبارہ حج کی نیت حج نفل کی کرے۔ یا حج فرض کی؟

سبب سوال۔ سوال یہ ہے کہ مینے (ابوبکر یوسف) قبل بیعت کے کئی حجیں کیں۔ فرض و نفل۔ اور بعض میری اماں۔ نانی۔ دادی کی نیت سے پھر ۱۳۲۴ھ کی حج کرنے کا عزم کیا۔ تو یہ سوال کرنے کا موقع پیش آیا۔ اور مینے جدہ سے حضرت صاحب کی خدمت میں یہ سوال لکھ کر بھیجا۔ شاید اس کا جواب لکھا ہوگا۔ مگر مجھ کو ملا نہیں (ان دنوں میں میرے ملازم اور چچیرے بھائی کا بیٹا سخت دشمنی کیوجہ سے بعض کاغذات چھپا دیتا تھا) مینے غور کرکے وہ حج تو فرض کی نیت سے کیا۔ اور ثواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخشا پھر ۱۳۲۵ھ کا حج حضرت صاحب کی نیت سے کیا۔ اسکا باعث یہ کہ ترکی کے سلاطین بسبب خوف حج کو نہیں آسکتے تھے اور ہر سال ایک آدمی اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے بھیج دیتے تھے مینے بھی اسی خیال سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نیت سے حج کیا۔ یہ سوال پورے طور سے میرے نزدیک آجتک حل نہیں ہوا۔ اور بار بار دل سوال کرنے کو چاہتا تھا پھر آج میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خلافت کے زمانے میں علماء السلام سے اس سوال کے جواب کا منتظر ہوں۔ ابوبکر یوسف ۲۵ شوال ۱۳۵۲ھ

الجواب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے پہلے جس نے حج فرض ادا کیا۔ اس کا فرض ادا ہوگیا۔ اور اس شخص کے احمدی ہونے کے بعد اسپر حج فرض لازم نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ادا کرچکا ہے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بعد ایک وہ ابتدائی زمانہ ہے کہ جس میں نہ تو دعوے کی پوری اشاعت ہوئی ہے اور نہ اپنے ملک کے لوگوں پر اتمام حجت ہوا ہے۔ اور یہی زمانہ ہے کہ جس میں حضور نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کو کافر قرار دیا ہے۔ تو اگر کسی نے اس ابتدائی زمانے میں حج فرض ادا کیا ہے تو اس کا بھی حج فرض ادا ہوگیا۔ لیکن جس نے اس زمانہ میں حج فرض ادا کیا ہو کہ آپ کا دعویٰ پوری طرح شائع ہوچکا۔ اور ملک کے لوگوں پر عموماً اتمام حجت کردیا گیا۔ اور حضور نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا۔ تو پھر اس کا حج فرض

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

(۱)

حکیم محمد عمر صاحب (جو حضرت مولوی عبد القادر صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔) نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رتھ میں سوار ہو کر بٹالہ والی سڑک پر سٹیشن بٹالہ کو جا رہے تھے (یہ ان ایام کا واقعہ ہے جب کرم الدین صاحب کے مقدمات کا سلسلہ تھا۔ عرفانی)۔ مینے عرض کیا کہ یا حضرت میں بہت ہی گنہگار ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ

"خدا تعالےٰ سے ناامید نہ ہو

دیکھو ان کھیتوں میں کیسی بدبو دار روڑی ڈالی جاتی ہے۔ اسی کے اندر سے سبزہ اگتا ہے۔ ایسا ہی گنہ کرتے ہوئے ایک وقت آ جاتا ہے کہ **خدا تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دے دیتا ہے** انسان کو چاہیئے کوشش کرتا رہے" مینے کہا کہ اب اس سے بڑھ کر اور کیا کوشش ہوگی کہ خدا کا مسیح رتھ میں جا رہا ہے۔ اور میں اس کے ساتھ پا پیادہ دوڑ رہا ہوں اور دعا کے واسطے عرض کر رہا ہوں۔ آپ نے تبسم کے ساتھ فرمایا

اچھا ہم دعا کریں گے

(نوٹ) حکیم محمد عمر خان صاحب کو اکثر لوگ جانتے ہیں۔ ان کی زندگی میں حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں ایک عجیب انقلاب واقعہ ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے انھیں محبت ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے انھیں اکثر مالی قربانیوں کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کے اس پہلو پر غور کرو کہ آپ ہر شخص کے دل میں امید پیدا کرتے تھے۔ ایک انسان جو اپنی گنہ آلود زندگی پر افسوس کر رہا ہو اور قریب ہو کہ مایوسی اس کے قلب پر مستولی ہو۔ ایک ایسی امید اس کے دل میں پیدا کرتے ہیں کہ اس میں نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور آپ اس کے لئے اپنی دعاؤں سے **خدا کے فضل کو قریب کر دیتے ہیں۔**

(۲)

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے ایک مرتبہ سلسلہ کلام میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک شخص نے ایک نان بائی کی شکایت کی کہ وہ روٹیاں جلا دیتا ہے حضور خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اس شخص نے یہ خیال کہ آپنے سنا نہیں دوبارہ عرض کی۔ آپ پھر بھی خاموش رہے اس نے تیسری مرتبہ عرض کی تو آپنے فرمایا۔ "اول تو آپ کوئی ایسا آدمی لائیں جو یہ کام کرے اور اس میں یہ نقص نہ ہو۔ تب اس کو نکال دیجئے۔ اور اس کو رکھ لیجئے۔ دوسرے آپ یہ خیال کریں کہ وہ نان بائی گرمی کے موسم میں تنور کے اوپر بیٹھ کر جہنم میں غوطے لگاتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہی متقی ہوتا۔ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ وہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ایسی جگہ پر بٹھاتا کیوں؟ چاہیئے تھا کہ وہ بھی آپ کی طرح کہیں کرسی پر بیٹھتا۔"

(نوٹ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں **چشم پوشی** تھی آپ احبابِ کو کبھی پسند نہ فرماتے کہ لوگ دوسروں کے عیوب تلاش کریں۔ اور اس قسم کے تجسس سے سخت نفرت بھی فرمایا کرتے تھے۔

[illegible]

نان بائی کا یہ واقعہ مشہور ہے اور بہت سے دوستوں کو معلوم ہے آپ اپنی فطرتی پردہ پوشی کی سیرۃ سے کام لیتے رہے اور کبھی اپنے خادموں پر سختی نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (عرفانی)

(۳)

عزیز مکرم بابو ایوب احمد صاحب (جو حضرت مولانا محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کے خلف اکبر ہیں۔) نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ عام طور پر ہمنے دیکھا ہے کہ اس زمانہ کے پیر اور گدی نشینوں کو لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ وہ کبھی ان کو منع نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ (اب تو اس قسم کے سجدے پر بڑی بڑی بحثیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ عرفانی) لیکن ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ میری والدہ صاحبہ حضرت اقدس کے حضور وداعی رخصت و اجازت کے لئے حاضر ہوئیں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بہت ہی حسن وعقیدت تھی آپ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ آپکے قدموں پر گر پڑیں حضور کو یہ فعل پسند نہ آیا۔ اور اسی حالت میں آپنے فرمایا:-

"توبہ میں تو عاجز انسان ہوں۔

حضرت اقدس کی اس ناپسندیدگی کو دیکھ کر حضرت والدہ صاحبہ کو بہت گھبراہٹ ہوئی۔ اور کانپنے لگیں۔ اسی فکر و غم میں اس روز روانگی ملتوی کر دی۔ پھر دوسرے دن وہ اجازت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ حضور نے از راہ رحم پھر اجازت بخشی۔ اور اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہ فرمایا اور اس طرح پر اس غلطی کو معاف فرمایا۔ بابو ایوب احمد صاحب کہتے تھے کہ حضرت کے ان الفاظ میں کہ **توبہ میں تو عاجز انسان ہوں ایک** عجیب کشش تھی۔

(نوٹ) بظاہر یہ واقعہ نہایت سادہ ہے۔ اندرون خانہ کی زندگی کا ہے **اخلاص اور عقیدت** کا ایک خادمہ اظہار کرتی ہے لیکن آپ کی فطرت میں **غلبۂ توحید**...... تھا اور آپ کبھی اس قسم کے فعل کو پسند نہ فرماتے تھے۔ جس میں ذرا بھی شرک کا شائبہ پیدا ہو سکے اور **امر بالمعروف** کے لئے آپ کسی وقت نہ چوکتے تھے۔ اسی سے حضور کے اس طریق کا پتہ چلتا ہے جو آپ اپنے خدام کی روحانی تربیت کے لئے اختیار فرماتے تھے۔ حضرت کے کلام کو پڑھو۔ اور جنھوں نے آپکے منہ سے آپ کی باتوں کو سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ پر خدا تعالیٰ کے حضور اپنی خاکساری اور فروتنی کا نہایت ہی اعلیٰ مقام تھا۔ آپ اپنی ہستی اور وجود کی کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ہمیشہ منکسر المزاجی اور خاکساری کا اعتراف کرتے۔ لیکن جب آپ اپنی **ماموریت** کو پیش کرتے تو وہی **خاکساری کا پیکر** ایک اور رنگ میں جلوہ گر ہوتا۔ اسوقت وہ اپنے وجود سے گم ہو کر خدا تعالیٰ کی **عظمت و جلال** کا مظہر ہوتا تھا۔

اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد و بارک وسلم

(۴)

شیخ محمد تیمور ایم۔ اے جو اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر ہیں وہ پہلی مرتبہ انٹرنس پاس کر کے قادیان آئے۔ ان کے والد صاحب کے ساتھ حضرت حکیم الامۃ کے تعلقات تھے اسلیئے وہ آپ کی نگرانی اور تربیت ہی میں تعلیم پاتے رہے ایم اے پاس کیا۔ پھر آپنے [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ پر لیکچر دیا۔ دشمنوں سے سلوک کے سلسلہ میں بیان کیا

"ملا محمد بخش جعفر زٹلی جو ایک سخت مخالف تھا مجھے ملا اور مینے پوچھا سناؤ جی آجکل کیا کام کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ ہم تو غلطی پر رہے۔ ہم خواہ مخواہ مرزا صاحب کو تنگ کرتے رہے۔ اب ہمیں سمجھ آئی **کہ مرزا صاحب بڑے حوصلے کے آدمی تھے۔** اور ہم ان کو سخت سست کہہ لیتے تھے۔ مگر انھوں نے کبھی نالش کرنیکا نام بھی نہیں لیا تھا۔ مگر اب ذرا سی بات کسی آریہ کے خلاف لکھیں تو نالش کرنے کی دھمکی دے دیتے ہیں۔ ان دنوں اس کو ہنٹر اخبار کے متعلق ڈپٹی کمشنر کی طرف سے تنبیہہ ہوئی تھی"

نوٹ :- خاکسار عرفانی ملا محمد بخش جعفر زٹلی کو ۱۸۹۲ء سے جانتا تھا۔ اس کی مخالفت کے وجوہ اور اسباب بھی مجھے معلوم ہیں۔ اس پر حضرت اقدس کی چشم پوشی اور ضبط کا بے حد اثر تھا۔ آپ کے وصال کے بعد بارہا اس نے میرے سامنے اقرار کیا کہ ہم نے خطرناک مخالفت کر کے دیکھا کہ آپ کوئی مقدمہ چلائیں تو ہمارا کام بن جاوے۔ مگر آپنے کبھی اس کو پسند ہی نہیں کیا۔ یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔

(۵)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ ایک مخلص اور سابقون الاولون میں داخل بزرگ تھے۔ اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کے دوسرے فرزند رشید قاضی عبد اللہ خان صاحب بی اے نے اپنے مغفور و مرحوم والد کے ثواب کے لئے الحکم کا پرچہ جاری کر کے ایک **نیک مثال قائم کی ہے**۔ قاضی صاحب مرحوم ۱۹۰۰ء میں ایک مرتبہ یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بہت سی مفید باتیں اور آپ کے کلمات طیبات ایک مخلص دوست کو تحریر فرمائے۔ منجملہ ان کے آج ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

"زندگانی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں اور کمزوریوں کی جڑ ہے ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کی رضا میں اوقات عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش رکھیں۔ ورنہ آج چل دیئے اور مثلاً اور پچاس سال کے بعد کوچ کرنے میں کیا فرق ہے۔ جو آج چاند سورج ہے وہی اس دن ہوگا۔ جو انسان نافع الناس اور اس کے دین کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود اسکی عمر اور صحت میں برکت ڈالدیتا ہے۔ اور شر الناس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ آپ سب کام ہر حال خدا میں ہو کر کریں۔ خود اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا" یہ الفاظ بھی فرمائے کہ تیس سال سے زیادہ عرصہ گزرتا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ تیری عمر اسی برس یا دو چار اوپر نیچے ہوگی۔ اس میں کبھی یہی لکھا ہے کہ جو کام مجھے سپرد کیا ہے اس کا [illegible] کرنا منظور [illegible] **پس جب اپنی زندگی ہی یقینی [illegible] موت کا غم نہیں ہوتا۔**

(نوٹ) حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ

ایک یکرنگ مخلص دوست تھے۔ وہ اخلاص وعقیدت میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جب پہلی مرتبہ قادیان آئے تو انھوں نے مسجد اقصیٰ کے محراب والی دیوار پر اپنے جذبات کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک شعر میں اسطرح پر کیا ؂

حسن و خلق و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائی تو حرام

خاکسار عرفانی کے ساتھ بھی انھیں بزرگانہ محبت تھی میں ان کے حالات انشاء اللہ سیرۃ الصحابہ میں لکھوں گا یہاں مختصر سا تذکرہ اسلئے کردیا ہے کہ بعض اوقات روایات پڑھتے وقت لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ وہ بالآخر قادیان ہی میں ہجرۃ کر کے تشریف لے آئے تھے۔ اور اس ہجرۃ میں خاکسار عرفانی کو بہت بڑا دخل تھا۔ اور پھر قادیان سے جانے کا انھوں نے نام نہیں لیا۔ اور قادیان ہی میں فوت ہو کر دفن ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے فضل کرے اور اپنے قرب کے مقام پر انھیں اٹھائے۔ آمین ـــ آپ کے ذریعہ ضلع گوجرانوالہ میں سلسلہ کی بہت تبلیغ ہوئی۔ اور اکثر لوگوں کو ان کی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی۔ ان کے خاندان کے سب لوگ اس سلسلہ میں بحمداللہ داخل ہو گئے۔ اس لئے وہ اپنے علاقہ میں زہد و تقویٰ کے لئے مشہور رہے۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی وہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ جس حبیب اور صاحبدل انسان کا ذکر سنا۔ وہ اس کی صحبت سے فائدہ اٹھانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ نہایت مسکین طبع اور منکسر المزاج تھے ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ مسکین کا لفظ لکھا کرتے تھے۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت بابا قطب الدین صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر دوم

حضرت بابا قطب الدین صاحب حضرت کی بیعت میں داخل ہونے کے بعد کچھ اور ہی ہو گئے۔ ان کے اندر طلب صادق تھی۔ اور ایک جوہر قابل ان میں موجود تھا حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ مس خام کندن بن گیا۔ اور ان میں ایک کیفیت عشق پیدا ہو گئی۔ جب موقعہ پاتے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ کوئی تقریب اور جلسہ نہیں ہوتا جس میں وہ شریک نہ ہوں اور جب قادیان آتے تو ایک مست کی طرح سے رہتے حضرت کے ارد گرد رہنا اور ہر خدمت بجا لانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔

قرآن مجید سے محبت احمدیت نے ایک ایسی تبدیلی ان میں پیدا کر دی تھی کہ وہ ہر وقت قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے اور قرآن مجید کے حافظ ہو گئے تھے۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ انھوں نے احمدیت سے قبل قرآن مجید حفظ کیا تھا یا بعد۔ لیکن میرا ظن غالب یہی ہے کہ قرآن مجید احمدیت میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے حفظ کیا۔ حضرت کی کتابوں کو بھی کئی مرتبہ پڑھا زمیندار تھے۔ اسلئے محنتی اور ورزشی طبیعت کے انسان تھے۔ سلسلہ کے ہر ایسے کام میں جہاں محنت اور قوت کی ضرورت ہو وہ اپنے آپ کو بلا تکلف پیش کر دیتے تھے حضرت کی خدمت کرنا اور حاضر رہنا ان کی زندگی کا [illegible]

عام اخلاق وہ بہت ہی ملنسار اور [illegible] تھے ہنس مکھ اور خندہ پیشانی تھے جب بھی کبھی کسی بھائی سے ملتے تو ہنستے ہوئے ملتے تھے۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انکے چہرے پر رنج و ملال یا غم و غصہ کے آثار نمایاں ہوں۔ بلکہ میں دیکھتا تھا کہ ہر وقت وہ ایسے شادمان اور مسرور رہتے تھے جیسے کوئی بہشت میں ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایک نفس مطمئنہ ان کو حاصل تھا۔ وہ اپنی زندگی ہی میں بہشت میں داخل تھے۔ احکام اسلامی کے پابند تھے۔ اور اپنے عمل میں بہت محتاط اور میانہ رو تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ انھوں نے اپنے لئے آرام کی تلاش کی ہو۔ یا طبیعت میں کسی قسم کا لالچ ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں کو آرام پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے۔ اور اپنے بھائیوں کی خدمت اور مدد میں انھیں خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اور اسی غرض کے لئے وہ اپنے آرام و راحت کو قربان کر دینا بہت ہی آسان سمجھتے تھے۔ جب وہ دوستوں سے بات چیت کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبیاں اور آپ کے ذریعہ جو فیوض اور برکات انھوں نے حاصل کئے تھے۔ ان کا ذکر کچھ ایسے رنگ میں کرتے جیسے ایک عاشق صادق اپنے محبوب کے ذکر کے سوا دوسرا ذکر پسند ہی نہیں کرتا

حضرت حکیم الامتہ کے درس میں باقاعدہ شریک ہوتے اور نہایت توجہ اور غور سے درس سنتے اور اسے یاد رکھتے۔ سالانہ جلسے اور دوسری تقریبات کے علاوہ بعض اوقات موقع نکال کر یہاں [illegible] اور ایک لمبے عرصہ تک حضرت کی صحبت میں رہنے کا لطف اٹھاتے۔ چنانچہ دسمبر ۱۸۹۵ء میں آئے اور ۱۸۹۹ء کے اوائل میں کئی ماہ تک یہاں رہے۔ یہ ایک ہی موقع نہ تھا۔ متعدد مرتبہ وہ ایسا کرتے۔ اور اسے ہی وہ اپنی زندگی سمجھتے۔

عبادات کا شوق عبادات کا بھی شوق تھا۔ فرض نمازوں کے علاوہ نوافل پڑھتے رہتے۔ خصوصاً تہجد کے پابند تھے۔ اور اسی طرح ماہ رمضان کے روزے رکھنے میں بہت خوش رہے۔ پیرانہ سالی نے انکے معمولات پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ گرمی ہو یا سردی وہ اسی طرح مستعد رہتے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان پر جو دن آتا تھا وہ مستعدی اور ہمت کے لحاظ سے جوان ہو جاتے تھے۔ سلسلہ کی مالی خدمت جہاں تک ان کے امکان اور ذرائع سے ممکن تھی اس میں انشراح صدر سے حصہ لیتے تھے۔ اور خود حضرت کی خدمت میں بھی جو میسر آتا وہ پیش کرتے رہتے۔

تبلیغ کا شوق تھا۔ اپنی سمجھ اور علم کے موافق دوسروں تک پیغام حق پہنچاتے رہتے۔ چنانچہ ان کی عملی حالت اور نمونہ نے کوٹ فقیر میں اکثر دوستوں کو سلسلہ میں داخل ہونے کا موقع دیا۔ آخر اسی ذوق و شوق کی زندگی بسر کرتے ہوئے قریباً ستر برس کی عمر میں وہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ فردوس بریں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقام پر اٹھائے جائینگے۔ بالآخر دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ جو ذوق و شوق کی کیفیت ان میں پیدا ہو گئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو عشق و محبت انھیں حاصل تھا ہمیں بھی وہی رنگ اور کیفیت پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ (خاکسار عرفانی)

~~~~~~~~~

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کریں گے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض خریداری پرچہ بھیجا جائے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے

(خاکسار عرفانی)
~~~~~~~~~

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۲۸ اپریل ۱۹۳۴ء نمبر ۱۵ جلد ۳۷)

پس خدا تعالیٰ نے تکمیل اخلاق فاضلہ کے لئے رب الناس کے لفظ میں والدین اور مرشد کی طرف ایماء فرمایا ہے کہ اس مجازی اور مشہود سلسلۂ شکر گزاری میں پہ لیجائیں اور اسی راز کے حل کی یہ کلید ہے کہ اس سورہ شریفہ کو رب الناس سے شروع فرمایا ہے الٰہ الناس سے آغاز نہیں کیا۔ چونکہ مرشد روحانی تربیت خدا تعالیٰ کے منشاء کے موافق اس کی توفیق و ہدایت سے کرتا ہے۔ اسلئے وہ بھی اسی میں شامل ہے۔ پھر دوسرا ٹکڑہ اس میں ملک الناس ہے۔ تم پناہ مانگو خدا کے پاس جو تمہارا بادشاہ ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے۔ تا لوگوں کو متمدن دنیا کے اصول سے واقف کیا جاوے۔ اور مہذب بنایا جاوے حقیقی طور پر تو اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہے۔ مگر اس میں اشارہ ہے کہ ظلی طور پر دنیا میں بھی بادشاہ ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے اس میں اشارہ ہے ملک وقت کے حقوق کی نگہداشت کی طرف بھی ایماء ہے۔ یہاں کافر اور مشرک اور موحد بادشاہ کسی قسم کی قید نہیں بلکہ عام طور پر ہے کسی مذہب کا بادشاہ ہو۔ مذہب اور اعتقاد کے حصے جدا ہیں۔ قرآن میں جہاں جہاں خدا نے محسن کا ذکر فرمایا ہے وہاں کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ مسلمان ہو اور موحد ہو اور فلاں سلسلہ کا ہو۔ بلکہ عام طور پر محسن کی نسبت فرمایا! خواہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کہ کیا کوئی احسان کا بدلہ احسان کے سوا بھی ہو سکتا ہے۔

اب ہم اپنی جماعت کو اور تمام سننے والوں کو بڑی صفائی اور فصاحت سے سناتے ہیں کہ سلطنت انگریزی ہماری محسن ہے۔ اس نے ہم پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں جس کی عمر ۶۰ یا ۷۰ برس کی ہوگی وہ خوب جانتا ہوگا کہ ہم پر سکھوں کا ایک زمانہ گزرا ہے۔ اس وقت مسلمانوں پر جس قدر آفتیں تھیں وہ پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کو یاد کر کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ اور دل کانپ اٹھتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو عبادات اور فرائض مذہبی کی بجا آوری سے جو ان کو جان سے عزیز تر ہیں روکا گیا تھا۔ بانگ نماز جو نماز کا مقدمہ ہے اس کو باواز بلند پکارنے سے روکا گیا تھا۔ اگر کبھی مؤذن کے منہ سے سہواً اللہ اکبر باواز بلند نکل جاتا تو اس کو مار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح پر مسلمانوں کے حلال و حرام کے معاملہ میں بیجا تصرف کیا گیا تھا۔ ایک گائے کے مقدمہ میں ایک دفعہ پانچ ہزار غریب مسلمان قتل کئے گئے بٹالہ کا واقعہ ہے کہ ایک سید وہیں کا رہنے والا باہر دروازہ پر آیا۔ وہاں گائیوں کا ہجوم تھا۔ اس نے تلوار کی نوک سے ذرا ہٹایا۔ اور ایک گائے کے چمڑے کو خفیف سی خراش پہنچ گئی۔ وہ بیچارہ پکڑ لیا گیا۔ اور اس پر زور دیا گیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ آخر بڑی سفارشوں کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ مگر اب دیکھو کہ ہر قوم و مذہب کو کیسی آزادی ہے ہم صرف مسلمانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ فرائض مذہبی اور عبادات کے بجالانے میں سلطنت نے پوری آزادی دے رکھی ہے۔ اور کسی کے مال و جان و آبرو سے کوئی ناحق تعرض نہیں۔ برخلاف اس پر فتن وقت کے کہ ہر ایک شخص کیسا ہی اس کا حساب پاک ہو اپنی جان و مال پر لرزاں رہتا تھا۔ اب اگر کوئی خود اپنا چلن خراب کرے اور اپنی بد اندامی اور ارتکاب جرائم سے خود مستوجب عقوبت ٹھیر جائے تو اور بات ہے۔ یا خود ہی سوء اعتقاد اور غفلت کی وجہ سے عبادت میں کوتاہی کرے تو جدا امر ہے۔ لیکن گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح پوری آزادی ہے۔ اس وقت جس قدر عابد بننا چاہو تو۔ کوئی روک نہیں گورنمنٹ خود معابد مذہبی کی حرمت کرتی ہے اور ان کی مرمت وغیرہ پر ہزاروں روپیہ صرف کر دیتی ہے۔ سکھوں کے زمانہ میں اس کے خلاف یہ حال تھا کہ مسجدوں میں بھنگ گھٹتی تھی۔ اور گھوڑے بندھتے تھے۔ جس کا نمونہ خود قادیان میں موجود ہے۔ اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں اس کے نمونے ملینگے۔ لاہور میں آج تک کئی ایک مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ آج اس کے مقابل میں گورنمنٹ انگلشیہ ان بزرگ مکانوں کی ہر قسم کی واجب عزت کرتی ہے اور مذہبی مکانات کی تکریم اپنے فرائض میں سے سمجھتی ہے۔ جیسا کہ ان ہی دنوں حضور وائسرائے لارڈ کرزن صاحب بہادر بالقابہ نے دہلی کی جامع مسجد میں جوتا پہن کر جانے کی مخالفت اپنی عملی حالت سے ثابت کر دی۔ اور قابل اقتدا نمونہ بادشاہانہ اخلاق فاضلہ کا نمونہ دیا اور ان کی ان تقریروں سے جو وقتاً فوقتاً انہوں نے مختلف موقعوں پر کی ہیں صاف معلوم ہو گیا ہے کہ وہ مذہبی مکانات کی کیسی عزت کرتے ہیں۔

پھر دیکھو گورنمنٹ نے کہیں منادات نہیں کی کہ کوئی باواز بلند بانگ نہ دے۔ یا روزہ نہ رکھے۔ بلکہ انہوں نے ہر قسم کی تغذیہ کے سامان مہیا کئے ہیں۔ جس کا سکھوں کے ذلیل زمانہ میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ برف، سوڈا واٹر اور بسکٹ ڈبل روٹی وغیرہ ہر قسم کی غذائیں بہم پہنچائیں۔ اور ہر قسم کی سہولت دی ہے۔ یہ ایک ضمنی امداد ہے جو ان لوگوں سے ہمارے شعائر اسلام کو پہنچی ہے۔ اب اگر کوئی خود روزہ نہ رکھے تو یہ اور بات ہے کہ مسلمان خود شریعت کی توہین کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جنہوں نے ان دنوں روزے رکھے وہ کچھ دبلے نہیں ہوگئے۔ اور جنہوں نے استخفاف کے ساتھ اس مہینہ کو گذارا ہے وہ کچھ موٹے نہیں ہوگئے۔ ان کا وقت بھی گزر گیا۔ اور ان کا زمانہ بھی گزر گیا۔ جاڑے کے روزے تھے۔ صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی۔ سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھالی۔ باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالیٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا۔ اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آسانی تھی سلطنت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے طرح طرح کے پھل غذائیں میسر آتی ہیں۔ کوئی آسائش و آرام کا سامان نہیں۔ جو آج مہیا نہ ہو سکتا ہو۔ باینہمہ جو پروا نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے .... دلوں میں خدا پر ایمان نہیں رہا۔ افسوس خدا کا ایک ادنے بھنگی کے برابر بھی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ گویا یہ خیال ہے کہ خدا سے کوئی واسطہ بھی نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے کبھی پالا پڑے گا۔ اور اس کی عدالت کے سامنے جانا ہی نہیں۔ کاش منکر غور کریں اور سوچیں کہ کروڑوں سورجوں کی روشنی سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ افسوس کی جگہ ہے کہ ایک جز کو دیکھ کر یقینی طور پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ مگر یہ کس قدر بد بختی ہے کہ خدا تعالیٰ کی بے انتہا مخلوق کو دیکھ کر بھی اس پر ایمان نہ ہو یا ایسا ایمان ہو۔ جو نہ ہونے میں داخل ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہم پر بہت رحمتیں ہیں۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ اس نے ہمکو جلتے ہوئے تنور سے نکالا۔ سکھوں کا زمانہ ایک آتشی تنور تھا۔ اور انگریزوں کا قدم رحمت و برکت کا قدم ہے میں نے سنا ہے کہ جب اوائل ہی اول انگریز آئے تو ہوشیار پور کے کسی مؤذن نے اونچی اذان کہی۔ چونکہ ابھی ابتدا تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے سے روکیں گے یا ان کی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جاوے۔ تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے۔ اس اونچی اذان کہنے والے مؤذن کو پکڑ لیا۔ ایک بڑا ہجوم ہوگیا۔ اور ڈپٹی کمشنر کے سامنے وہ لایا گیا۔ بڑے بڑے رئیس اور مہاجن جمع ہوئے۔ اور کہا کہ حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہوگئے۔ ہمارے برتن ناپاک ہوگئے۔ جب یہ باتیں اس انگریز کو سنائی گئیں۔ تو وہ بڑا متعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اس نے سر رشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کیا جاوے۔ اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس مؤذن کو حکم دیا کہ تو پھر اسی طرح بانگ دے وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم نہ ہو۔ مگر جب اس کو تسلی دی گئی تو اس نے اسقدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا کہ ہم کو تو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا۔ سر رشتہ دار سے بھی پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا۔ اس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں۔ آخر اس کو چھوڑ دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو۔ اللہ اکبر یہ کس قدر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ پھر ایسے احسان پر اور ایسے انعام صریح پر بھی اگر کوئی دل گورنمنٹ انگریزی کا احسان محسوس نہیں کرتا۔ وہ دل بڑا کافر نعمت اور نمک حرام اور سینہ سے چیر کر نکال دینے کے لائق ہے خود ہمارے اس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی۔ ہمارے بچپن کا زمانہ تھا۔ لیکن میں نے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ

کہ جب انگریزی دخل ہو گیا۔ تو چند روز تک وہی قانون رہا۔ ایک کاردار آیا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا۔ وہ مسجد میں آیا۔ اور مؤذن کو کہا کہ بانگ دے۔ اس نے وہی گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا کہ تم اسی طرح پر بانگ دیتے ہو۔ مؤذن نے کہا کہ ہاں۔ سپاہی نے کہا کہ کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دے اور جس قدر زور سے ممکن ہو دے۔ وہ ڈرا۔ آخر اس نے زور سے اذان دی۔ تمام ہندو اکٹھے ہو گئے۔ اور ملا کو پکڑ لیا۔ وہ بیچارا بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دے دیگا۔ سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ آخر سنگدل چھری مار برہمن اس کو پکڑ کر میرے ساتھ لے گئے۔ اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا۔ کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تو تبدیل ہو گئی ہے اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی۔ مگر ذرا دبی زبان سے کہا کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں بلکہ میں نے بانگ دی۔ کاردار نے کہا کہ کمبختو! کیوں شور ڈالتے ہو۔ لاہور میں تو اب کھلے طور پر گائے ذبح ہوتی ہے۔ تم ایک اذان کو روتے ہو۔ جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو۔ الغرض یہ واقعی اور سچی بات ہماری زبان سے نکلتی ہے۔ جس قوم نے ہم کو تحت الثریٰ سے نکالا ہے اس کا ہم احسان نہ مانیں۔ یہ کس قدر ناشکر گذاری اور مکرامی ہے۔

اس کے علاوہ بڑی جہالت پھیلی ہوئی تھی ایک بڈھے ملکے شاہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے استاد کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی تضرع سے دعا کرتے تھے۔ کہ صحیح بخاری کی ایک دفعہ زیارت ہو جائے۔ اور بعض وقت اس خیال سے کہ کہاں ممکن ہے دعا کرتے کرتے ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ اب وہی بخاری دو چار روپیہ میں امرتسر اور لاہور سے ملتی ہے۔

ایک مولوی شیر محمد صاحب تھے۔ کہیں دو چار ورق احیاء العلوم کے ان کو مل گئے۔ کتنی مدت تک ہر نماز کے بعد نمازیوں کو بڑی خوشی اور فخر سے دکھایا کرتے تھے کہ یہ احیاء العلوم ہے۔ اور تڑپتے تھے کہ پوری کتاب کہیں سے مل جائے۔ اب جا بجا احیاء العلوم مطبوعہ موجود ہے۔ غرض انگریزی قدم کی برکت سے لوگوں کی دینی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اسی سلطنت کے ذریعہ دین کی کس قدر اعانت ہوئی ہے۔ کسی سلطنت میں ممکن ہی نہیں پریس کی برکت اور قسم قسم کے کاغذ کی ایجاد سے ہر قسم کی کتابیں تھوڑی قیمت پر میسر آ سکتی ہیں۔ اور پھر ڈاک خانہ کے طفیل سے کہیں سے کہیں گھر بیٹھے بٹھائے پہنچ جاتی ہیں۔ اور یوں دین کی صداقتوں کی تبلیغ کی راہ کس قدر سہل اور صاف ہو گئی ہے۔ پھر منجملہ اور برکات کے جو تائید دین میں اس گورنمنٹ کے عہد میں ملی ہیں ایک یہ بھی ہے۔ کہ عقلی قوی اور ذہنی طاقتوں میں بڑی ترقی ہوئی ہے اور چونکہ گورنمنٹ نے ہر ایک مذہب کو اس کے مذہب کی اشاعت کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح پر لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پر کھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع لگ گیا ہے۔ اسلام پر جب مختلف مذہب والوں نے حملے کئے۔ تو اہل اسلام کو اپنے مذہب کی تائید اور صداقت کے لئے اپنی مذہبی کتابوں پر غور کرنے کا موقع ملا۔ اور ان کی عقلی قوتوں میں ترقی ہوئی۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جیسے جسمانی قویٰ ریاضت کرنے سے بڑھتے ہیں۔ ایسا ہی روحانی قویٰ بھی ریاضت سے نشو و نما پاتے ہیں۔ جیسا گھوڑا چابک سوار کے نیچے آ کر درست ہوتا ہے اسی طرح سے انگریزوں کے آنے سے مذہب کے اصولوں پر غور کرنے کا موقع ملا اور تدبر کرنے والوں کو استقامت اور استحکام مذہب حق میں زیادہ مل گیا۔ اور جس جس موقعہ پر قرآن کریم کے مخالفوں نے انگشت رکھی ادھر ہی سے غور کرنے والوں کو ایک گنج معارف کا ملا۔ اور اس آزادی کی وجہ سے علم کلام نے معتدبہ ترقی کی۔ اور وہ خصوصاً اس جگہ ہوئی ہے۔ اب اگر روم یا شام کا رہنے والا خواہ وہ کیسا ہی عالم و فاضل کیوں نہ ہو۔ آ جاوے تو وہ عیسائیوں کے یا آریوں کے اعتراضات کا کافی جواب نہ دے سکیگا۔ کیونکہ اس کو ایسی آزادی اور وسعت کے ساتھ مختلف مذاہب کے اصولوں کے موازنہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ غرض جیسے جسمانی طور پر گورنمنٹ انگلشیہ سے ملک میں امن ہوا۔ ایسے ہی روحانی امن بھی پوری طرح پھیلا۔ چونکہ ہمارا تعلق دینی اور روحانی باتوں سے ہے۔ اسلئے ہم زیادہ تر ان امور کا ذکر کریں گے جو فرائض مذہب کے ادا کرنے میں ہم کو بطور احسان ملے ہیں پس یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان پوری آزادی اور اطمینان کے ساتھ عبادات کو تب ہی بجا لا سکتا ہے کہ اس میں چار شرطیں موجود ہوں۔ اور وہ یہ ہیں:-

اول صحت۔ اگر کوئی شخص ضعیف ہو کر چارپائی سے اٹھ نہ سکے تو وہ صوم و صلوٰۃ کا کیا پابند ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پر حج زکوٰۃ وغیرہ بہت سے ضروری امور کی بجا آوری سے قاصر رہے گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ کی طفیل سے ہم کو صحت جسمانی کے بحال رکھنے کے لئے کس قدر سامان ملے ہیں۔ ہر بڑے شہر اور قصبہ میں کوئی نہ کوئی ہسپتال ضرور ہے۔ جہاں مریضوں کا علاج نہایت دلسوزی اور ہمدردی سے کیا جاتا ہے۔ اور دوا غذا وغیرہ مفت دیجاتی ہے۔ بعض بیماروں کو ہسپتال میں رکھ کر ایسے طور پر ان کی نگہداشت اور غور و پرداخت کی جاتی ہے کہ کوئی اپنے گھر میں بھی ایسی آسانی اور سہولت اور آرام کے ساتھ علاج نہیں کر سکتا۔

حفظان صحت کا ایک الگ محکمہ بنا رکھا ہے۔ جس پر کروڑہا روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ قصبات اور شہروں کی صفائی کے بڑے بڑے سامان بہم پہنچائے ہیں۔ گندے پانی اور مواد ردیہ مضر صحت کے دفع کرنے کے لئے الگ انتظام ہیں۔ پھر ہر قسم کی سریع الاثر ادویہ تیار کر کے بہت کم قیمت پر مہیا کی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک آدمی چند دوائیں اپنے گھر میں رکھ کر بوقت ضرورت علاج کرا سکتا ہے۔

بڑے بڑے میڈیکل کالج جاری کر کے طبی تعلیم کو کثرت سے پھیلایا۔ یہاں تک کہ دیہات میں بھی ڈاکٹر ملتے ہیں۔ بعض خطرناک امراض چیچک۔ ہیضہ۔ طاعون وغیرہ کے دفعیہ کے لئے الگ محکمے ہیں۔ جو ابھی طاعون کے متعلق جس قدر کارروائی گورنمنٹ کی طرف سے عمل میں آئی ہے وہ بہت ہی کچھ شکر گذاری کے قابل ہے۔ غرض صحت کے لحاظ سے گورنمنٹ نے ہر قسم کی ضروری امداد دی ہے اور اس طرح پر عبادت کے لئے پہلی اور ضروری شرط پورا کرنے کے واسطے بہت بڑی مدد دی ہے۔

دوسری شرط ایمان ہے اگر خدا تعالیٰ اور اس کے احکام پر ایمان ہی نہ رہا اور اندر ہی اندر بے دینی اور الحاد کا جذام لگ گیا۔ پھر بھی تعمیل احکام الٰہی نہیں ہوتی۔ جیسے بہت لوگ کہتے ہیں

ایہہ جگ مٹھا تے اگلا کن ڈٹھا

افسوس ہے دو آدمیوں کی شہادت پر ایک مجرم کو پھانسی مل سکتی ہے۔ مگر باوجود ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور بے انتہا ولیوں کی شہادت موجود ہے۔ لیکن ابھی تک اس قسم کا الحاد ان لوگوں کے دلوں سے نہیں گیا۔ ہر زمانے میں خدا تعالیٰ اپنے مقتدر نشانوں اور معجزات سے انا الموجود کہتا ہے۔ مگر یہ کمبخت کان رکھتے ہوئے بھی نہیں سنتے۔ غرض یہ شرط بھی بہت بڑی ضروری شرط ہے۔ اسکے لئے بھی ہمیں گورنمنٹ انگلشیہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایمان و اعتقاد پختہ کرنے کے لئے عام تعلیم مذہبی کی ضرورت تھی۔ اور مذہبی تعلیم کا انحصار مذہبی کتابوں کی اشاعت سے وابستہ تھا۔ پریس، ڈاک خانہ کی برکت سے ہر قسم کی مذہبی کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور اخبارات کے ذریعہ تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ سعید الفطرت لوگوں کے لئے بڑا بھاری موقع حاصل ہے۔ کہ ایمان و اعتقاد میں رسوخ حاصل کریں ان باتوں کے علاوہ جو ضروری اور رشد ضروری بات ایمان کے رسوخ کے لئے ہے وہ خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ جو شخص اس کے ہاتھ پر سرزد ہوتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے۔ اور اپنے طرز عمل سے گمشدہ صداقتوں اور معرفتوں کو زندہ کرتا ہے۔ سو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اس زمانہ میں جس کو پھر ایمان زندہ کرنے کے لئے مامور کیا۔ اور اس لئے بھیجا کہ تا لوگ قوت اور یقین میں ترقی کریں۔ وہ بھی اسی مبارک گورنمنٹ کے عہد میں آیا۔ وہ کون؟

وہی جو تم میں کھڑا بول رہا ہے

چونکہ یہ مسلم بات ہے کہ جب تک پورے طور پر ایمان نہ ہو نیکی کے اعمال انسان علیٰ وجہ الاتم بجا نہیں لا سکتا۔ جس قدر کوئی پہلو یا کنگرہ ایمان کا گرا ہو اسیقدر انسان اعمال میں سست اور کمزور ہوگا۔ اس بنا پر ولی وہ کہلاتا ہے۔ جس کا ہر پہلو سالم ہو۔ اور وہ کسی پہلو سے کمزور ہو اس کی عبادات اکمل و اتم طور پر صادر ہوتی ہیں۔ غرض دوسری شرط ایمان کی سلامتی ہے۔

(باقی آیندہ)

پچاس سال پیشتر کے واقعات و حالات مقالات والہامات

کئی ہفتوں سے اس عنوان کے ماتحت کچھ نہیں لکھا جاسکا۔ میری مصروفیت اور طبیعت میں پوری صحت کا ابھی تک نہ آنا اس کا باعث رہا۔ واقعات اور حالات کی تحقیق اور ترتیب ایک ایسا محنت کا کام ہے کہ ہر شخص اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اسلئے جب کوئی چیز تیار اس کے سامنے آتی ہے۔ تو وہ اس حالت میں دیکھ کر اسے آسان سمجھتا ہے۔ بہر حال میں قارئین الحکم کو یقین دلاتا ہوں کہ میری ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ پڑھنے کے قابل مواد اپنے احباب کیلئے جمع کروں مگر بعض خارجی اسباب کبھی روک ہو جاتے ہیں۔ عمداً میں تساہل نہیں کرتا۔ (عرفانی)

۱۸۸۳ء میں ایک جدید فتنہ اسلام میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ اور وہ فتنہ یہ تھا کہ ایک مسلمان جس کا نام منشی فضل رسول تھا۔ اس نے ایک تقریر کی۔ جسمیں وید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اس رو میں بہتے ہوئے یہاں تک کہدیا کہ وید میں جو توحید پائی جاتی ہے۔ وہ کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ منشی فضل رسول نے خواہ مخواہ اس بحث میں حضرت اقدس کو بھی داخل کرلیا۔ اور یہ سوال کر دیا کہ آپ نے وید پڑھے ہیں یا نہیں۔ اس پر کچھ خط و کتابت بھی ہوتی رہی اسوقت جو مخالفت کی رو تھی۔ اس کی حالت حضرت اقدس ایک خط میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"اگر منشی صاحب ایک ذرہ اس عاجز سے حسن ظن رکھتے اور بلافائدہ تقریر کو طول نہ دیتے۔ لیکن اس پر آشوب زمانہ میں ہم غریبوں پر کسی کا حسن ظن کہاں جب خداوند کریم دلوں کو اس طرف پھیرے گا۔ تب نیک دل لوگ اس طرف پھر ینگے۔"

ان فقرات سے ان دنوں کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی آپ کی قلبی کیفیت اور اطمینان کا پتہ ملتا ہے۔ کہ ایک دن آئے گا۔ اور نیک نفس لوگ میری طرف آجاتینگے۔

الغرض منشی صاحب نے طرح طرح سے اپنے بیہودہ خیالات کی اشاعت شروع کی۔ اور ایک جدید فتنہ پیدا کرنا چاہا۔ مگر حضرت نے اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا۔

اس کے متعلق حضرت نے بعض خطوط بھی لکھے تھے ایک خط جو اس حالت کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس موقعہ پر درج کیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا عنایت نامہ پہنچا منشی صاحب کے خیالات اگرچہ بہت ہی حیرت انگیز ہیں۔ پر اس پر فتنہ زمانے میں جائے تعجب نہیں۔ خداوند کریم رحم کرے۔ منشی صاحب جو ہندوؤں کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ اکثر ان کتابوں کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور منو کا دھرم شاستر تو سرکاری طور پر ترجمہ ہو کر وکلاء کی امتحانی کتابوں میں داخل ہے۔ اور گیتا کا اردو میں ترجمہ کیا ہوا جا بجا موجود ہے۔ ایک ہندو نے اس کو نظم بھی کر دیا ہے اور شام وید اور اتھرون وید بھی کچھ پوشیدہ کتابیں نہیں ہیں۔ آجکل آریہ سماج والوں کی دستاویز بھی یہی کتابیں ہیں۔ اور یہ تمام۔ اتھرون اور رگ اور یجر دیانند کے پاس موجود ہیں۔ اور اس کے وید بھاشس ماہ بماہ چھپتے ہیں ایک طرف

وید میں کوئی پیشگوئی نہیں

انگریزوں نے بھی ویدوں کو انگریزی میں ترجمہ کر دیا ہے۔ برہمو سماج والے بھی ویدوں کی حقیقت سے بکلی ماہر ہیں۔ کچھ حصہ وید کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اب کیا ممکن ہے کہ تمام لوگ اتفاق کرکے ایک پیشگوئی جو وید میں صریح وارد ہو چکی تھی چھپاتے ہرگز نہیں۔ وید کے محققوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ وید میں کسی قسم کی پیشگوئی نہیں۔ یہاں تک کہ پنڈت دیانند کا مقولہ ہے کہ وید میں رامچندر اور کرشن وغیرہ کے پیدا ہونے کی بابت بھی کوئی تذکرہ نہیں۔ اور یہ بات اور بھی عجیب ہے۔ کہ پہلے منشی صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی خبر ویدوں میں لکھی ہے۔ پھر اب یہ دعویٰ ہے کہ وہ خبر پورانوں اور پوتھیوں میں بھی لکھی ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ منشی صاحب کو بحث و مباحثہ کا شوق نہیں۔ ورنہ پنڈتوں اور انگریزوں اور برہمو سماج والوں کے روبرو بڑی بڑی ندامتیں اٹھاتے۔ اب آپ اس تذکرہ کو طول نہ دیں۔ ان کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اور جو کچھ منشی صاحب نے کلمات الحاد آمیز لکھے ہیں اور ان کی تائید میں شعروں کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے جواب میں بجز اس کے اور کیا لکھا جائے کہ اللھم اصلح امۃ محمد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین سچا رہنما قرآن شریف ہے۔ اور اس کی پیروی اسی جہان میں نجات کے انوار دکھاتی ہے۔ اور سعادت عظمیٰ تک پہنچاتی ہے من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا جو شخص سعادت حقہ کے حصول کے لئے پوری کوشش کرے اور صرف قیل و قال میں بہت پھنسا نہ رہے اس پر بخوبی واضح ہو جائے گا۔ کہ باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کیلئے ایک ہی راہ ہے یعنی یہ کہ

قرآن کریم کی اطاعت کے ثمرات دنیا سے ہی شروع ہو جاتے ہیں!

متابعت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی جائے اور تعلیم قرآنی کو اپنا مرشد اور رہبر بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں کئی لوگ ریاضت اور جوگ میں وہ محنت کرتے ہیں کہ جس سے ان کا جسم خشک ہو جاتا ہے.........

.........اور برسوں جنگلوں میں کاٹتے ہیں۔ اور ریاضات شاقہ بجا لاتے ہیں۔ لذات سے بکلی کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی انوار خاصہ ان کو نصیب نہیں ہوتے کہ جو مسلمانوں کو باوجود ترک ریاضت و ترک رہبانیت کے نصیب ہوتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے جس کی تعلیم قرآن شریف

خصوصیات اسلام

کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ اگر کوئی توبہ نصوح اختیار کرکے دس روز بھی قرآنی منشاء کے بموجب مشغولی اختیار کرے۔ تو اپنے قلب پر نور نازل ہوتا دیکھے گا۔ یہ خصوصیت دین اسلام کی بلا استثنائی نہیں۔ صدہا پاک باطنوں نے اس راہ سے فیض پایا ہے۔ جو لوگ سچے دل سے یہ راہ اختیار کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ اور ان میں وہ انوار پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے ایک عالم حیران رہ جاتا ہے بجز اسکے سب حجاب ہیں جو ان لوگوں کو پیش آئے جن کا سلوک کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ کاش اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی حقیقت ان کے تابعین پر کھل جاتی۔ کئی ایسے مرد جن کی بیہودہ تعریفیں کی گئیں ہیں۔ لیکن کاملوں کا نشان یہی ہے کہ وہ اپنے نبی معصوم کی پوری پوری متابعت اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محو ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم میں صریح فرق ہے۔ اور کوئی ایسا طالب نہیں جس پر یہ فرق ظاہر نہ ہوسکے۔ پھر مشکل تو یہ ہے کہ بعض لوگ طالب ہی نہیں ہیں۔ دنیا کے لئے کیا کچھ محنت نہیں کرتے ایک پیسہ کا برتن بھی ٹھوک بجا کر اور دیکھ بھال کر لیتے ہیں تا ایسا نہ ہو کوئی ٹوٹا ہوا نکلے۔ لیکن دین کا کام صرف زبان کے حوالے کر رکھا ہے۔ اور فعل کے سچے امتحان سے اس کو نہیں آزماتے۔ اور آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے اور دلی اخلاص سے طالب بن کر جستجو نہیں کرتے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

والسلام علیکم وعلیٰ کل من اتبع الھدیٰ

یکم اگست ۱۸۸۳ء مطابق

۲۷ رمضان ۱۳۰۰ھ

کیا آپ نے خاص نمبر کے لئے کوئی آرڈر دیا؟ اگر نہیں تو جلدی کیجئے۔

(مینیجر)

میں کیوں احمدی ہوا؟

حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم کے بیان کی تائید

مکرمی سیٹھ اسماعیل آدم صاحب تاجر چھتری بمبئی نے اپنے بیان قبول احمدیت کے اسباب بیان کرتے ہوئے پیر جھنڈے والے صاحب کے کشوف پر بنیاد رکھی ہے۔ اسلئے کہ وہ ان کے خاندانی پیر تھے۔ اور انھوں نے پسند کیا کہ اس مسئلہ میں ان سے استفسار کیا جاوے۔ میں جو ہمیشہ اس امر کی ٹوہ میں رہتا ہوں کہ تاریخ سلسلہ کے متعلق صحیح اور ضروری مواد جہاں سے ملے اسے لے لیا جاوے۔ اگرچہ سیٹھ صاحب کے بیان کو ہمیشہ ہی صحیح اور درست سمجھتا رہا ہوں۔ اسلئے کہ کوئی شخص جو سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کے حالات سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے۔ بخوبی جانتا ہے کہ وہ ایک آزاد خیال اور صاف گو انسان ہیں۔ سلسلہ کے لئے انھیں بعض بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ کسی حال اور صورت میں کوئی شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ ایک باطل کے لئے اپنے ایمان ہی کو نہیں مال متاع کو بھی قربان کرے۔ اور آرام اور سکھ کی بجائے مصائب و مشکلات خرید لے۔

میں اس تلاش میں رہا کہ پیر صاحب جھنڈے والے کا جو بیان حضرت سیٹھ صاحب نے پیش کیا ہے۔ اس کی تائید اور توثیق کسی دوسرے ذریعہ سے ہو جاوے۔ چنانچہ میں اس کے متعلق آج ضروری اور مصدقہ باتیں پیش کرتا ہوں۔ اور یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کے گواہ ہیں۔

۱۸۹۳ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فیروز پور تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ ان ایام میں وہاں تھے۔ میں رکھانوالہ حافظ محمد یوسف کے پاس رہتا تھا۔ بظاہر میں ضلعداری کا کام سیکھ رہا تھا۔ لیکن در اصل مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور دوسرے مخالفین کی آئے دن کی شرارتوں کے جواب دینے کے لئے گیا ہوا تھا۔ انھیں ایام میں مرحوم مرزا افضل بیگ صاحب سے واقفیت ہوئی۔ اور وہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ غرض حضرت اقدس فیروز پور میں تھے۔ اور میں بھی وہاں حاضر تھا۔

۱۳ر نومبر ۱۸۹۳ء کو حضرت کی خدمت میں دو بزرگ بطور ڈیپوٹیشن آئے۔ یہ حاجی عبد اللہ و حاجی عبد اللطیف صاحب تھے۔

حاجی عبد اللہ صاحب کا نام ان ایام میں مسلمانانِ ہند میں بہت مشہور تھا۔ اور اشاعت اسلام کے لئے ان کے جوش اور اخلاص کا خاص تذکرہ ہو رہا تھا۔ اسلئے کہ انھوں نے مسٹر الگزینڈر رسل ویب صاحب کو اشاعت اسلام کے لئے کئی ہزار روپیہ دیا تھا۔ اور وہ امریکہ میں ایک بہت بڑا مشن اشاعت اسلام کے لئے قائم کرنا چاہتے تھے۔ حاجی عبد اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"میں نے ایک دفعہ محمد رسل ویب سے سوال کیا کہ اسلام کی بے بہا نعمت آپ کو کیوں کر حاصل ہوئی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ بڑا بھاری خداوندی فضل مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت میسر ہوا۔ اسیوقت میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں ایسے واجب القدر حامی اسلام کو دیکھوں۔ جس کے پاک انفاس سے اتنے بڑے زبردست لوگ غیر قوموں سے مشرف باسلام ہوئے۔ چند روز ہوئے میرے دل میں آپکی زیارت کی پر زور تحریک ہوئی۔ میںنے یہ حال اپنے مخدوم مکرم حضرت جھنڈے والے میاں صاحب کی خدمت میں (یہ بزرگ ہزارہا لوگوں کے پیشوا اور مشہور و معروف پیر حیدر آباد سندھ کے علاقہ میں ہیں۔) عرض کیا آپنے فرمایا میں اس بارہ میں استخارہ کروں گا۔ غرض استخارہ میں انھوں نے سید ولد آدم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں

بے شک مرزا غلام احمد دنیا میں ہمارا نائب ہے،

اسکے بعد حضرت میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ تم ہماری طرف سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ

ہم جان و مال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو ارشاد فرمائیں بسر و چشم اسپر عمل کرینگے۔

اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ پہلے میاں صاحب اپنے کشف کو موکد بہ قسم لکھ کر میرے پاس بھیجدیں۔ پھر میں کچھ کہوں گا۔ چنانچہ حاجی صاحب کچھ قیام کے بعد واپس چلے گئے۔ اور انھوں نے پیر صاحب کی خدمت میں جاکر حضرت کا ارشاد پہنچا دیا۔ جس پر پیر صاحب موصوف نے ایک مکتوب حضرت اقدس کی خدمت میں بزبان عربی لکھا جو ان کی زندگی ہی میں شائع ہو گیا۔ پھر دہی حاجی عبد اللہ صاحب و حاجی عبد اللطیف صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور لاہور آکر منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ کے مکان پر قیام کیا۔ ان ایام میں منشی صاحب سلسلہ کے مخلص خدام میں داخل تھے۔ اور حضرت اقدس سے بھی ارادت تھی۔ بعد میں انھیں منشی الٰہی بخش صاحب کی شامت اعمال کی صورت میں دور لے گئی۔ منشی عبد الحق صاحب ان کو لے کر حضرت کی خدمت میں بمقام پٹیالہ حاضر ہوئے۔ اسلئے کہ ان ایام میں آپ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس پٹیالہ گئے ہوئے تھے۔ وہاں انھوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں ان کا مکتوب پیش کیا۔ وہ خط عربی زبان میں ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

" میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا تو میںنے عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا مفتری ہے یا صادق ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے

تو میںنے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپکے امور میں کچھ شک نہیں کریں گے اور نہ آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ باقی ہے۔ جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کرینگے۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ تم امریکہ چلے جاؤ تو ہم وہاں جانے کو تیار ہیں اور ہم نے اپنے تئیں آپکے حوالہ کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ آپ ہمیں فرمانبردار پائیں گے ؎"

ایسا ہی ایک مرتبہ سیٹھ صالح محمد صاحب نے (جو حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن اللہ رکھا رضی اللہ عنہ مدراسی کے بھائی ہیں۔ اور کچھی میمن سیٹھ اسمٰعیل آدم ہی کی قوم کے معزز بزرگ ہیں) نے ان سے دریافت کیا۔ اسلئے کہ وہ ان کے بھی خاندانی پیر تھے۔ ان کے سوال کے جواب میں وہ اپنی مجلس میں عصا لے کر کھڑے ہو گئے اور بآواز بلند تمام حاضرین کو بتایا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا۔

الغرض پیر صاحب العَلَم کی جو شہادت مکرمی سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب نے بیان کی ہے۔ وہ بالکل صحیح اور سچی شہادت ہے۔ اور انھوں نے اسی بیان کی بنا پر حضرت اقدس کو ابتداءً قبول کیا۔ بعد میں ان کے رسوخ احمدیت کے نشانات اور دلائل بڑھتے چلے گئے اور خود ان کا وجود ایک مجسم نشان اور آیۃ ہو گیا۔ حضرت اقدس کے معجزات اور نشانات کے علاوہ اپنی دعاؤں کی قبولیت اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے خاص بشارات رویائے صادقہ اور الہامات سے بھی حصہ پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور ان کے کاروبار میں خاص برکات نازل فرماوے۔ وہ اشاعت سلسلہ کے لئے ایک دردمند دل اور بڑے بڑے ارادے رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پورا کرے۔ آمین۔

(عرفانی)

مکتوباتِ احمدیہ

آج جو مکتوب درج کیا جاتا ہے وہ ایک مشہور مولوی سلطان محمود صاحب کے نام ہے۔ اس مکتوب میں آپنے اپنے دعویٰ تجدید کی حقیقت اور اپنے نام مسیح موعود اور مہدی معہود کے راز کو بیان فرمایا ہے۔ اس مکتوب کے آخر میں اپنی مہر بھی لگائی تھی۔ اور یہ مہر ایک الہام آلٰہی کی تھی آپ کے پاس جو انگوٹھیاں تھیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہونے والے الہامات تھے۔ جو آپ کے صدق دعویٰ کے دلائل برنگ پیشگوئی اپنے اندر رکھتے تھے۔ جیسے مثلاً الیس اللّٰہ بکاف عبدہ۔ اس مکتوب پر جو مہر لگائی اس میں بھی ایک الہام درج ہے۔

میں ممنون ہوں کہ برادرم مولوی خیر الدین صاحب سیکھوانی نے اس خط کی نقل بغرض اشاعت دی ہے۔ میں پھر تمام احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس حضرت اقدس کا کوئی مکتوب ہے۔ تو اصل یا اس کی نقل فوراً دفتر الحکم میں بھیجدیں۔ ایسا ہی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا کوئی واقعہ یا کوئی نشان یا الہام انھیں معلوم ہو۔ تو اس کے بھیجنے میں بھی توقف نہ کریں۔ اسلئے کہ یہ سب ایات اللّٰہ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی غفلت سے ہم ان کو چھپانے کے جوابدہ ہوں گے۔

اسیطرح ہر وہ دوست جو اس تحریر کو پڑھتا ہے۔ وہ اپنے احمدی ہونے کے اسباب اور ضروری حالات لکھ کر بھیجدے تاکہ اشاعت ہو جاوے۔ یہ چیزیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ سب حضور کی صداقت کے دلائل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی صحابی کے حالات معلوم ہوں۔ تو انھیں بھی قلمبند کر کے بغرض اشاعت روانہ کریں۔ (عرفانی)

مولوی سلطان محمود صاحب کے نام

۷ر شعبان ۱۳۱۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللّٰہ الصمد غلام احمد عافاہ اللّٰہ وایّد

بخدمت اخویم مولوی سلطان محمود صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ بعد ہذا میں مامور ہوں کہ ہر ایک رشید اور سعید کو اسبات سے اطلاع دوں۔ کہ مجھے خداتعالیٰ نے اس صدی چہاردہم کے سر پر اس قسم کی تجدید کے لئے بھیجا ہے۔ کہ تاکہ وہ فتنہ عیسائیت جس کے بیرونی حملوں سے اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے اور نیز وہ فتنہ اندرونی جو خود مسلمانوں کی اعتقادی اور عملی اور ایمانی حالت نہایت تنزل میں ہے۔ یہ دونو فتنے میرے ذریعہ سے فرو کئے جائیں۔ چنانچہ اس حکیم مطلق نے بیرونی اصلاح کے لحاظ سے جو متعلق کسر صلیب ہے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے۔ اور اندرونی فتنہ کے فرو کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو حقیقی ہدایت پر قائم کرنے کے لحاظ سے میرا نام مہدی معہود رکھا ہے۔ کیونکہ صلیبی فتنہ جسکے ہاتھ پر فرو ہو۔ اور بگڑی ہوئی عیسائیت کا زوال ہو۔ وہ وہی مجدد ہے۔ جس کا نام آسمان پر مسیح ہے۔ اور وہ شخص جو ایسے وقت میں آوے۔ کہ جب اکثر مسلمان ایمان کے مغز اور حقیقت کو کھو بیٹھیں اور وہ اس لئے بھیجا ہے تا دوبارہ ہدایت اور ایمان کی روح اُن کے اندر پھونکے وہ وہی مجدد ہے جس کا نام مہدی ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث ہے۔ کہ لا المہدی الا عیسٰی۔ خدا نے چودھویں صدی کو اسکے لئے خاص کیا۔ کیونکہ کمال نور کا نظارہ صرف چودھویں رات میں ہوتا ہے۔ اور چودھویں رات کے دونوں طرف اختلاط ہے۔ اور جو شخص زمانہ کی حالت موجودہ پر ایک نظر ڈالے گا۔ اور بیرونی حملوں کو اور اندرونی فسادوں کو دیکھے گا۔ اگر وہ فراست رکھتا ہوگا تو اسکو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ خود زمانہ کی حالت موجودہ نے چاہا ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام سے پکارا جائے۔ کیونکہ آسمان پر خدمتوں اور کاموں کے لحاظ سے نام رکھا جاتا ہے پھر جس کی خدمت کسر صلیب ہو اُس کا نام بجز مسیح موعود کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور جو قوم کے مردہ قالب میں دوبارہ ہدایت اور ایمان اور تقویٰ کی روح ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ بجز مہدی کے کس نام سے موسوم ہو سکتا ہے۔ کیا سچ نہیں کہ آسمان پکار رہا ہے اور زمین فریاد کر رہی ہے کہ اس صدی کے مجدد کا نام بلحاظ حالات موجودہ اور مفاسد مشہودہ اندرونی اور بیرونی کے مہدی اور مسیح ہونا چاہیئے ....

.... اگر یہ حالات موجودہ خود چیخ کر مجھ کو یہ دونوں خطاب عطا نہیں کرتیں تو میں جھوٹا ہوں۔ اور اگر کرتی ہیں۔ تو ہر ایک متقی اور خداترس کے لئے واجب اور لازم ہے کہ میرے انصار میں سے ہو جائے اسی بنا پر میں آپ پر نیک ظن کر کے یہ خط آپکی طرف لکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اس روز سے ڈر کر جبکہ ایک ذرہ انحراف اور خدا کی راہ میں سستی کرنا اختلاط اعمال کا موجب ہوگا۔ میری نصرت میں لگ جائیں۔ ہر ایک روح جو تعصب اور عیار اور خود پسندی سے خالی ہو کر میری نسبت خداتعالیٰ سے گواہی طلب کرے گی۔ تو خداتعالیٰ میری سچائی کی گواہی اسکو دے گا۔ سو اے عزیز! خدا سے خوف کر کے اس دن سے ڈر کر جبکہ ہر ایک شخص کو اپنی لاپرواہی کی بازپرس ہوگی۔ میرے معاملہ میں خدا سے روشنی مانگ تا اس جماعت میں شمار نہ کیئے جاؤ۔ جنھوں نے خدا کے مسیح کو پا کر سر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھا۔ یہ میری طرف سے تبلیغ ہے اور اُن تمام لوگوں کا بوجھ آپ کے سر پر ہے۔ جو آپکے ایک ذرہ اشارہ پر حق کو قبول کر سکتے ہیں۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰی۔

الراقم المامور من الرب الغفور مرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان

مگر یہ کہ حضرت احدیت کا محب صادق جو اپنے تئیں محجوب حالت میں رکھنا نہیں چاہتا۔ اور نہ کسی حصہ تاریکی کے ساتھ اس ناپائیدار دنیا سے سفر کرنا چاہتا ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے کہ اپنی معرفت کی منزلوں کو اپنی استعداد کے موافق پورا کرے۔ کیونکہ نشان ظاہر ہوتے ہیں اور حقائق و معارف بیان کئے جاتے ہیں۔ پس مبارک وہ جو اسوقت کچھ کر نہ کھاوے اور اس سعادت سے عمداً محروم نہ رہے۔ جس کے لئے آسمان سے دروازے کھولے گئے ہیں فقط

ذیل میں عبارت الہامی مہر حضرت صاحب

اذکر نعمتی التی انعمت علیک غرست

بیدای رحمتی و قدرتی الملک۔

ذیل میں عبارت حضرت مولوی نور الدین صاحب کی جو حضرت صاحب کے حکم سے مراسلہ کے نیچے لکھی گئی کیونکہ معلوم ہوا تھا کہ صاحب مکتوب الیہ کی مولوی صاحب سے سابقہ معرفت ہے۔ اسلئے حضرت صاحب نے مناسب خیال فرما کر مولوی صاحب کی طرف سے تھوڑا سا مضمون لکھوا دیا اور وہ یہ ہے:—

خاکسار نور الدین بگرامی خدمت قاضی صاحب۔ پس السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ گذارش پرداز۔ سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لایومن احدکم حتٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ پس بامتثال امر خاتم النبیین رسول رب العٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم الدین سے دردِ دل سے عرض ہے کہ جناب امام زمان علیہ الرضوان کے ارشاد کو دنیا کی بے ثباتی پر نظر کر کے غور سے پڑھیں اور بجائے اسکے کہ آپ گذشتہ بزرگان کے قبور پر توجہ زندہ امام کے انصار اللہ میں اپنے آپ کو منسلک کر دیں سارے کمالات اور آلٰہی رضامندی اطاعت میں ہے اور بس۔ (نور الدین)

دنیائے احمدیت

مسجدِ محمود

الحکم کے گذشتہ نمبروں میں لائل پور کے تاریخی اور شاندار جلسے کے حالات شائع ہو چکے ہیں۔ ان نمبروں میں دو تاریخی مساجد کا ذکر بھی آیا۔ جن کی بنیاد حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔ ان دو مسجدوں کے تذکرے کے ساتھ میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ میں تیسری تاریخی مسجد کا تذکرہ شائع کروں جس کا سنگ بنیاد اگرچہ حضرت اقدس نے نہیں رکھا۔ مگر اسکی تعمیر بھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ یہ مسجد کبابیر ہے۔

کبابیر فلسطین کے علاقے میں حیفا سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جسے جبل کرمل کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک گاؤں آباد ہے جسے کبابیر کہتے ہیں۔ جبل کرمل ایک خوشگوار جگہ ہے۔ اہل حیفا کی دل پسند سیرگاہ ہے۔ کرمل کی چوٹی پر جب کھڑے ہوں تو ایک طرف سامنے سمندر کا نظارہ بہت اچھا منظر پیش کرتا ہے۔ اور دوسری طرف پہاڑیوں میں سے ہوتے ہوئے حیفا وغیرہ کی طرف راستہ چلا جاتا ہے۔ فلسطین کی زمین کو دنیا کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کبابیر دراصل حیفا کا ہی ایک ٹکڑہ ہے۔ اور میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ مسجد کے ذکر سے قبل اسکا ذکر کروں۔

حیفا ایک پرانا اور قدیم شہر ہے۔ جس کا کتب مقدسہ میں بھی آتا ہے۔ حیفا ایک ایسی جگہ واقع ہے جہاں اسکے اردگرد قدیم تاریخی شہر آباد ہیں بیت المقدس اس سے چند گھنٹے کے فاصلہ پر ہے۔ اسی طرح ناصرہ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے بہت قریب ہے۔ اس قدیم شہرت اور معزز شہروں کے درمیان ہونے کے علاوہ حیفا کو یہ فخر حاصل ہے کہ حیفا ان شہروں میں سے ایک ہی جن کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اپنے قدم میمنت لزوم سے مشرف بخشا۔ پھر حیفا کو ایک اور اہمیت حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حیفا فلسطین کی ایک بڑی بندرگاہ بن رہا۔ جس کی وجہ سے اس کی تجارتی شہرت اہمیت بڑھکر وہ ممالک عربیہ میں ایک بہت بڑی منزلت حاصل کرلے گا۔

اس حیفا میں کوئی پانچ سال کا عرصہ ہوا۔ ہمارے سلسلے کے ایک واجب التکریم مبلغ مولانا جلال الدین شمس ایک نووارد داعی کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اس ملک کا کوئی آدمی آپ کو جانتا نہ تھا۔ اور نہ آپ کسی کو جانتے تھے۔ اسی سرزمین میں آپ نے آکر احمدیت کا بیج بویا جن حالات میں حق کی آواز کو اس زمین میں پھیلایا گیا۔ ان حالات کی اگر تشریح کی جائے تو اخبار کے متعدد صفحات بھی کافی نہ ہونگے۔

مولانا شمس شام کی زمین سے ذریعہ حکومت کے حکم سے مجبور ہو کر نکلے آپکے پاسپورٹ میں اس اخراج کا مع وجہ تذکرہ موجود تھا جسے دیکھ کر ہر ایک حکومت آپکے قیام کو اپنے ملک کے لئے خطرناک خیال کرنے لگی تھی۔ اس سے قبل دمشق میں آپ کی مخالفت کا میدان گرم تھا۔ اخبارات میں تذکرے شائع ہوتے تھے۔ علماء منبروں پر لیکچر دیتے تھے۔ کتاب پر کتاب ٹریکٹ پر ٹریکٹ شائع ہوتے تھے۔ اور اس پر بس نہ کر کے آپ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا۔ اور ایک ظالم خونی نے آپکے سینہ میں خنجر گھونپ کر اپنے خونی دل کی پیاس بجھائی۔ مولانا کو خدا نے ہمارے امام اور جماعت کی دعاؤں کے طفیل شفا دی۔ حکومت کو بتلایا گیا کہ آپ کا اس ملک میں رکھنا خالی از خطر نہیں۔ اسلئے آپ کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ اور نکالا گیا آپ کے زخمی ہونے کے تذکرے سب اخبارات میں شائع ہو چکے تھے۔ پھر آپ کے اخراج کی خبریں مشہور ہو چکی تھیں فلسطین میں اگرچہ حکومت کے لحاظ سے فرق تھا۔ مگر ملک کے لحاظ سے ایک ہی فضا رہتی۔ اسپر طرہ یہ کہ احمدیت کے خلاف خطرناک طور پر یہ پروپیگنڈا کیا جاتا تھا کہ یہ **انگریزی استعمار** کے حامی ہیں۔ اور ان کے ایجنٹ ہیں

جو لوگ ان ممالک میں رہ چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک معزز سے معزز شخص کو ذلیل کرنے کے لئے اسقدر کافی ہے کہ کہدیا جائے کہ وہ استعمار پسند ہے۔ ان حالات اور مشکلات میں مولانا جلال الدین شمس نے فلسطین میں آکر حیفا میں احمدیت کا سنگ بنیاد رکھا۔ مخالفت بڑھتی گئی۔ آپ کے قتل کے منصوبے یہاں بھی ہونے لگے۔ مگر احمدیت کا پودا دن بدن ترقی کرنے لگا۔ حتیٰ کہ کرمل کے پہاڑ پر احمدیت نے اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ تھوڑے عرصہ میں کبابیر اور اسکی وادی احمدیت کی ملک تھی۔

۱۹۳۱ء میں مولانا جلال الدین شمس نے ان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے اور الٰہی فضل کو جذب کرنے کے لئے ایک **مسجد کی تحریک** کی۔

احباب نے فوراً چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور ایک قطعہ زمین جو پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر تھی مسجد کے لئے تجویز کرلی۔

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ کو مولانا جلال الدین شمس نے حیفا اور کبابیر کے احباب کو لے کر **دعائیں کرتے ہوئے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔**

کبابیر کے بہت سے احمدی پہاڑ میں خود ہی جاتے اور مسجد کے لئے سنگ تراشی کرتے اور خود ہی ڈھو کر لاتے۔ اس طرح اس مسجد کا ایک ایک پتھر مخلصین کبابیر کے ہاتھ سے تراشا گیا اور ڈھویا گیا۔

اسی پر بس نہیں بلکہ کبابیر کی **احمدی عورتیں** بھی موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں اس مسجد کی خدمت میں مشغول رہیں۔ ان کے سپرد مردوں سے بھی زیادہ سخت کام تھا۔ وہ پہاڑ سے نیچے اتر کر کھلے میدان سے عمارت کے تغار کے لئے پانی لاتیں اور چھوٹے چھوٹے پتھر ..... جو بھرتی میں دیئے جاتے تھے سروں پر اٹھا کر لاتی تھیں۔ اس طرح مردوں۔ عورتوں اور بڈھوں اور بچوں نے مسجد کو اپنے ہاتھ سے نہایت ذوق و شوق سے بنایا۔

اس مسجد کی تعمیر میں حیفا اور کبابیر کے سوا دمشق حمص۔ برجا۔ قاہرہ۔ بغداد وغیرہ کے احمدیوں نے مالی مدد سے حصہ لیا۔ اور بعض ہندوستانی دوست بھی شریک ہوئے۔

اس مسجد کی تعمیر کا کام **مولانا اللہ دتا صاحب** جالندھری کے زمانہ میں سرانجام کو پہنچا۔ حتیٰ کہ ۱۳۵۲ھ کے ماہ شعبان میں مسجد ہر طرح مکمل ہو گئی مسجد کے ساتھ ایک کمرہ مہمان خانہ کے طور پر بنایا گیا۔ اور اس کے ساتھ دو کنوئیں ایسے جنہیں بارش کا پانی جمع ہوا کرے گا۔ اس ساری عمارت پر ۶۵۰ پونڈ فلسطینی خرچ ہوئے۔ یہ مسجد ۲۲۰ نمازیوں کے لئے کافی ہوگی۔ لمبائی اور چوڑائی کے لحاظ سے گیارہ میٹر لمبی اور ۹ میٹر چوڑی ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۵۲ھ کو مسجد کا افتتاحی جلسہ ہوا۔ جس میں فلسطین کے احمدی جمع ہوئے۔ لیکچر دیئے گئے **دعائیں** مانگی گئیں۔ اور مسجد کا نام حضرت خلیفۃ المسیح کے نام پر

مسجد محمود

رکھا گیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے اس فلسطینی مسجد کو عرب کی زمین میں پہلی مسجد بننے کا فخر بخشا۔

(محمود احمد عرفانی)

مسجدِ فضل لائل پور

مسجد لائل پور کے لئے جو کتبہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے اور الحکم میں چھپ چکا ہے۔ اس کتبہ کے بعض الفاظ لکھنے سے رہ گئے تھے اسلئے دوبارہ جلی الفاظ میں اس کتبہ کے الفاظ شائع کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ھوالناصر

الٰہی! اس مسجد کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تقویٰ پر ہو۔ اور اس میں نمازیں پڑھنے والے ہمیشہ تیری رضا کو دوسری سب چیزوں پر مقدم رکھیں میں تیرے فضل سے اُمید رکھتے ہوئے اس مسجد کا نام مسجد فضل رکھتا ہوں

اے میرے رب! میری اس اُمید کو پورا کر اور اس مسجد کو اپنے فضل کا مقام بنا۔ اس سے تعلق رکھنے والوں اور اس میں نمازوں کی مداومت کرنے والوں کو اپنے بڑھنے والے فضل سے حصہ دیتا رہ اور اسے اپنے دین کی اشاعت کا اس علاقہ کے لئے مرکز بنا اللھم آمین

میرزا بشیر الدین محمود احمد

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۴ء بروز افتتاح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محکمۂ ڈاک

مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں انتظام ڈاک پر ایک مضمون شائع کیا تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے مینے مخدومی حضرت ڈاکٹر صادق صاحب کو تحریک کی اسلئے کہ آپ حضور کے کاتب اسرار یعنی سکرٹری خط وکتابت رہے ہیں۔ آپنے مندرجہ ذیل مضمون اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے جس کو میں شکر گذاری کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ (عرفانی)

حضرت عرفانی کو اللہ تعالیٰ صحت و اقبال کیساتھ لمبی عمر عطا کرے اُنھوں نے الحکم کو دوبارہ جاری کیا ہے۔ گویا عاشقان مسیح موعود کو پھر حضرت صاحب کی مجلس میں بٹھا دیا ہے۔ ع

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اس مبارک زمانے کی پاک صحبتوں کے ذکر سے پڑھنے کے سبب الحکم کا ہر ایک صفحہ ہر ایک کالم دلکش اور دلربا [illegible] رہا ہے۔ ۱۴؍فروری ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں عرفانی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محکمہ ڈاک کا ذکر کیا ہے چونکہ عاجز راقم بھی اس خدمت پر ایک عرصہ تک مامور رہا [illegible] واسطے ڈاک کے متعلق میں بھی چند باتیں عرض کرنیکا [illegible] حاصل کرنے کا آرزومند ہوں۔

ڈاک خانہ سے پوسٹ مین تمام ڈاک براہ راست حضرت صاحب کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ حضور کا کوئی خادم یا خادمہ پوسٹمین کے آواز دینے سے دروازہ پر آکر ڈاک اندر لے جاتا تھا۔ بعض دفعہ حضور خود ہی تشریف لے آتے اور پوسٹمین سے ڈاک لے جاتے۔ تمام خطوط کھولتے۔ پڑھتے۔ بعض پر کچھ نوٹ کر دیتے کہ کیا جواب لکھا جائے۔ بعض بغیر نوٹ کے میرے پاس بھیج دیتے۔ اور بعض اپنے پاس رکھ لیتے اور خود دست مبارک سے اُن کے جوابات لکھتے

ایسے خطوط عموماً سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مدراسی کے ہوتے یا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سنوری کا خط یا بعض احمدیان کپور تھلہ کے خطوط جو پرانے مخلصین میں سے تھے۔ ایسے خط بھی عموماً لفافہ بند کر کے پتہ لکھنے کے واسطے مجھے بھیج دیا کرتے تھے۔

جب پہلے پہل ڈاک میرے سپرد ہوئی۔ تو وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کے ایکدفعہ سیالکوٹ تشریف لے جانے کے وقت تھی۔ جب مینے خطوط کو دیکھا تو اکثر خطوط درخواست دعا کے لئے تھے۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ اس واسطے میں نے اُن سب کی ایک فہرست بنائی۔ اور ایک نقشہ بنا کر اس میں ہر شخص کا نام اور مقام اور مطلب درخواست دعا درج کیا۔ اور فہرست اندر بھیج دی۔ مگر حضور نے نہ وہ فہرست واپس کی۔ اور نہ اسکے متعلق کچھ فرمایا۔ دوسرے دن مینے پھر ویسی ہی ایک فہرست بنائی۔ اور اندر بھیج دی۔ وہ فہرست بھی اندر رہی۔ اور کچھ جواب نہ آیا۔ تیسرے دن مینے پھر بعد نماز زبانی عرض کیا۔ تب حضور نے فرمایا "ایسے اصحاب کو لکھ دیا کریں کہ دعا کی گئی کیونکہ میں خط اپنے ہاتھ سے نہیں رکھتا کہ جب تک کہ دعا نہ کرلوں۔ اور اب آپ فہرست بنا کر بھیجتے ہیں۔ تو فہرست آگے رکھ کر پھر دعا کر دیا کرتا ہوں اس طرح اب دو دفعہ دعا ہو جاتی ہے"۔ میں یہ سنکر بہت خوش ہوا کہ میری اس تجویز سے دوستوں کیواسطے دوبارہ دعا ہو جاتی ہے۔

اور مینے اس سلسلہ کو جب تک ڈاک میرے پاس رہی جاری رکھا۔ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو پھر ڈاک اُن کے پاس جانے لگی۔ لیکن اُن کی وفات کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب کی تحریک پر ڈاک پھر میرے سپرد ہوئی۔ تو پھر مینے اسی فہرست کا سلسلہ جاری کیا۔ اور اخیر تک وہ جاری رہا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر حضرت خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی ڈاک کا کام بدستور میرے سپرد ہی رہنے دیا۔ تو مینے اُن کی خدمت میں بھی ایسی ہی فہرست بنا کر بھیجنی شروع کی۔ حضرت مولانا صاحب اس فہرست کو اپنے سرہانے رکھ لیتے تھے اور تہجد کیوقت اس فہرست کو ہاتھ میں لے کر ایک ایک کا نام دیکھتے اور دعائیں کرتے۔ بعض رات تہجد کیوقت میں آپ کے پاس پہنچ جایا کرتا تھا۔

جن خطوط پر حضرت صاحب کی طرف سے کچھ نوٹ نہیں ہوتا تھا۔ اُن کے متعلق میں دریافت کرلیا کرتا تھا۔ کہ اس کا کچھ جواب دیا جائے۔ جن خطوط میں مسائل دریافت کئے ہوتے تھے۔ اُن کے جواب بعض دفعہ خود لکھا دیا کرتے تھے۔ لیکن اکثر یہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب سے پوچھ لیں (مولوی صاحب مراد حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ ہوتی تھی)

عموماً اکثر دوست اپنے مولود بچوں کے نام تبرکاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرتے تھے۔ اور میں حضرت صاحب سے پوچھ کر نام لکھدیا کرتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد حضور نے مجھے فرمایا "مفتی صاحب آپ کو اجازت ہے کہ آپ ہماری طرف سے بچوں کے نام رکھ دیا کریں"۔

عموماً حضرت صاحب ڈاک کسی خادم کے ہاتھ میرے پاس بھیجدیا کرتے تھے۔ مگر بعض دفعہ خود ہی اپنے ہاتھ میں ڈاک لئے ہوئے نماز ظہر کیواسطے باہر تشریف لاتے تو جو کھڑکی حضور کے کمروں سے مسجد مبارک میں کھلتی ہے۔ اس سے نکلتے ہی مجھے آواز دیتے کہ یہ ڈاک ہے۔

کوٹ قیصرانی کے بزرگ تمنداد سردار امام بخش صاحب مرحوم جو بہت ہی مخلص احمدی تھے ایک دفعہ فرمانے لگے۔ پورانے صوفیا کے طرز پر ہر ایک بزرگ کا کوئی معشوق ظاہری بھی ہوتا ہے۔ اور اگر یہ بات درست ہے تو حضرت مسیح موعود کے معشوق مفتی صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اکثر جب حضرت صاحب آتے ہیں۔ تو سب سے پہلے یہی پوچھتے ہیں کہ:۔ "مفتی صاحب کہاں ہیں؟" اس کی وجہ تھی کہ حضور مجھے روزانہ ڈاک دیتے اور اس کے متعلق ہدایات فرماتے۔ اسطرح سب سے اول مجھے حضور سے باتیں کرنے کا موقع ملتا تھا۔

ان ایام میں عموماً اوسط ڈاک میں خط روزانہ ہوتے تھے۔ لیکن جن ایام میں کوئی پیشگوئی پوری ہوتی یا نشان ظاہر ہوتا۔ تو ان دنوں میں خطوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی۔ ڈاک کے کام کیواسطے حضور نے میرے ساتھ مکرمی حضرت پیر افتخار احمد صاحب کو بطور مددگار کے مقرر کیا ہوا تھا۔ بعض خط میں انھیں جواب لکھنے کے واسطے دے دیتا تھا۔ وہ لکھ کر میرے دستخط کرا لیتے تھے

بعض دوست جو اس امر کے بہت ہی مشتاق ہوتے تھے کہ حضور کے دستخط مبارک کا خط انھیں ملے۔ انھیں اگر حضرت صاحب بسبب کم فرصتی خود خط نہ لکھ سکتے۔ تو میں لکھ کر حضور سے دستخط کرا لیتا۔ تاکہ اُن کیواسطے کچھ تشفی اور خوشی کا موجب ہو۔

جن خطوط کا جواب عام معلومات کیواسطے مفید ہوتا وہ میں عموماً اخبارات بدر، الحکم میں چھپوا دیا کرتا تھا۔ تاکہ عوام کو فائدہ ہو۔ اور مجھے بھی ثواب حاصل ہو۔

ابتداء میں جبکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ہجرت کر کے قادیان میں نہیں آئے ہوئے تھے۔ تو ڈاک کا کام حضرت پیر سراج الحق صاحب کے سپرد بھی کچھ عرصہ رہا۔ اس سے قبل حضرت صاحب خود ہی تمام خط وکتابت کا کام کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ خطوط حضور کی علالت کے سبب جمع ہو جاتے۔ تو بعض دوستوں کو بلا کر فرمایا کرتے کہ خط بہت جمع ہو گئے ہیں۔ آپ لوگ اکٹھے بیٹھ کر ان کو کھولو اور پڑھو۔ اور جو ضرورت ہو مجھ سے پوچھ لو۔ ان سب کے جواب لکھ دو۔

چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی چند احباب مل کر ڈاک دیکھ رہے تھے کہ ایک لفافہ میں سے جو رجسٹری شدہ بھی نہ تھا۔ مبلغ تین سو روپے کے نوٹ نکلے۔ جو خط کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔

محمد صادق عفاء اللہ عنہ
۲۵؍اپریل ۱۹۳۴ء

خاص نمبر ۳۲ صفحات پر شائع ہوگا

احباب جلد درخواستیں بھیجیں

وصیتیں

۴۰۹۴ منکہ کرم بی بی زوجہ نواب الدین قوم کھوکھر عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاک خانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۳-۱۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اسوقت حق مہر مبلغ دو صد روپیہ ہے جو میں نے اپنے خاوند سے لینا ہے اس کی وصیت کرتی ہوں کہ اس میں سے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ مقبرہ بہشتی ہوگی۔ اول تو میں کوشش کرکے انشاء اللہ دسواں حصہ مبلغ عـــہ روپیہ وصیت کے اپنی زندگی میں خود ادا کردونگی۔ اگر کچھ رقم باقی میرے بعد رہ بھی جاوے۔ تو وہ میرے خاوند نواب الدین سے وصول کی جاوے۔ لہذا یہ تحریر بطور وصیت بحق صدر انجمن مقبرہ بہشتی کے کردیتی ہوں کہ سند رہے اور وقت حاجت کام آوے۔

العبد کرم بی بی زوجہ نواب الدین سکنہ قادیان محلہ دار الفضل نشان انگوٹھہ۔ گواہ شد نواب دین خاوند کرم بی بی سکنہ قادیان محلہ دار الفضل نشان انگوٹھہ گواہ شد فضل الٰہی ولد کرم الدین قوم چوغطہ سکنہ قادیان محلہ دار الفضل نزد ادارۃ برکات بقلم خود

۴۰۷۶ منکہ حکیم فتح محمد ولد میاں غلام محمد مرحوم قوم راول عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن فیض اللہ چک ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۳۳-۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ اسوقت میری موجودہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ مکان خام دو عدد واقعہ سکنہ فیض اللہ چک قیمتی دو صد روپیہ اور مویشی دو صد روپیہ۔ اس کے علاوہ میرا گذارہ اپنے پیشہ طبابت پر ہے جس کی اوسط آمدنی عـــہ روپیہ ماہوار ہے۔ اگر آمد بڑھ گئی تو انشاء اللہ زیادہ ادا کر دیا کرونگا یہ خاکسار اپنی جائداد مرقومہ منقولہ یا غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق انجمن مذکور کرتا ہے۔ اگر اس کے علاوہ میری کوئی مزید جائداد ثابت ہو یا پیدا یا پرانی سے ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ والسلام العبد حکیم فتح محمد بقلم خود ساکن فیض اللہ چک تحصیل و ضلع گورداسپور گواہ شد قریشی محمد صالح قادیانی مبلغ سندھ گواہ شد صوفی غلام محمد سکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۱۲۷ ڈاک خانہ کا چھیلو ضلع تھرپارکر سندھ

۴۱۱۳ منکہ فضل احمد ولد چودھری علی بخش صاحب قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال۔ تاریخ بیعت اکتوبر ۱۹۳۱ء ساکن موضع کھنبی لسپال ڈاک خانہ کاہنوان تحصیل گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۳۳-۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ چونکہ میرے والد صاحب بفضل خدا ابھی حیات ہیں۔ اسلئے اسوقت میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ اور میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے اور میری ماہوار تنخواہ عـــہ روپیہ ہے۔ لیکن بعد وضع پراویڈنٹ فنڈ انکم ٹیکس وغیرہ لـــہ روپیہ ملتے ہیں۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تا دم زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ مذکور کرتا رہوں گا۔ اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملنے پر اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ انجمن کرونگا۔ نیز میرے مرنے پر اگر میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ مذکور ہوگی۔ العبد فضل احمد کلرک ریلوے جنرل سٹور مغل پورہ گواہ شد محمد عبد اللہ سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ گواہ شد چودھری عبد الکریم احمدی ملٹری اکونٹس ڈیپارٹمنٹ لاہور۔

۴۱۲۳ منکہ عبد الحی زوجہ شیخ عطاء محمد صاحب قوم ککے زئی پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاک خانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲/۳۴-۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائداد ہے زیورات قیمتی /۶۱ـــلہ حق مہر بذمہ شوہر ایک ہزار روپیہ برتن /۷۰ کل میزان /۱۵۳۱ روپیہ جس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد اسکے علاوہ اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۲/۳۴-۱ العبد امۃ الحی بقلم خود گواہ شد عطاء محمد ولد شیخ برکت علی ککے زئی ساکن حال قادیان بقلم خود خاوند موصیہ گواہ شد نبی بخش والد موصیہ

۳۸۸۵ منکہ مغلی بی بی زوجہ مولوی محمد عظیم الدین صاحب مرحوم قوم شیخ ساکن پیر بیگ شاہ ڈاک خانہ حسین پور تحصیل کشور گنج ضلع میمن سنگھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۱/۳۳-۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت جائداد دوکانی چار گنڈا زمین ہے۔ میں تا زیست اپنی آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ میرے مرنے کے بعد میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد مغلی بی بی زوجہ مولوی محمد عظیم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ پیر بیگ شاہ حسین پور

گواہ شد:۔ محمد عظیم الدین امیر جماعت گواہ شد حسین الدین احمدی (دستخط انگریزی)

۴۱۲۶ منکہ سراج الدین ولد میاں خیر الدین قوم ارائیں پیشہ تجارت عمر تخمیناً ۳۵ سال تاریخ بیعت اندازہ مارچ ۱۹۱۵ء ساکن مال روڈ۔ ڈاکخانہ شہر لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲/۳۴-۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میرے پاس نقد روپیہ کوئی نہیں۔ البتہ مندرجہ جائداد ہے سفید زمین رقبہ ۲۷ مرلہ قیمتی تین ہزار روپیہ اور اشیاء تجارتی مبلغ پانچسو روپیہ۔ میزان کل ساڑھے تین ہزار روپیہ مگر میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو قریباً پچاس روپیہ ماہوار ہے۔ لہذا میں اپنی آمد ماہوار کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اس امر کا عہد کرتا ہوں کہ مبلغ پانچ روپے ماہوار ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اور میری وفات پر جو جائداد ثابت ہو اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اور جو رقم میں اس مد میں اپنی وفات سے پیشتر داخل کردوں وہ رقم حصہ جائداد میں سے وضع کردیجاویگی

نولیسندہ:۔ محمد عثمان کلرک پرنس موٹر ورکس مال روڈ لاہور

العبد:۔ سراج الدین پروپرائٹر پرنس موٹر ورکس مال روڈ لاہور

گواہ شد:۔ اللہ بخش ولد میاں محمد بخش ذات ارائیں جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی گواہ شد:۔ جمال الدین ولد فتح الدین صدر بازار چھاؤنی لاہور

۴۱۳۴ منکہ حبیب علی خان احمدی ولد محمد مظہر علی خان قوم پٹھان عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت نومبر ۱۹۲۸ء ساکن ضلع ورنگل۔ ڈاک خانہ ہنمکنڈہ ریاست حیدر آباد دکن۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۳۳-۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ لـــہ سکہ عثمانیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۸ حصہ توسط انجمن احمدیہ حیدر آباد دکن داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ہو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

المرقوم ۱۴ نومبر ۱۹۳۳ء

العبد:۔ محمد حبیب علی خان احمدی وٹرنیری اسسٹنٹ سرجن ورنگل۔ ریاست حیدر آباد دکن

گواہ شد:۔ محمد عبد اللہ متعلم بی ایس کلاس

گواہ شد:۔ دوست محمد

---

۲۶ مئی کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ صداقت۔ کارناموں کا ذکر ہوگا سو کاپی کے خریدار کو عـــہ فی سیکڑہ۔ اور ایک کاپی کی قیمت صرف چار آنے ہے۔ احباب جلد درخواستیں بھیجیں۔

(مینیجر)

(انڈین سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا۔)